پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی (قسط دوم)

خلافت وملوکیت

خلافت کی مروجہ تقسیم

بنوعباس کے دور میں مؤرخین نے جو کتب تحریر کیں ان میں عہد خلافت کی تقسیم اس طرح کی گئی:

۱) عہدِ خلافتِ راشدہ ۱۱ھ سے ربیع الاول ۴۱ھ تک (حضرت ابوبکرؓ تا حضرت حسنؓ) دار الخلافہ مدینہ اور کوفہ۔

۲) عہدِ خلافتِ بنوامیّہ۔ ۲۵ ربیع الاول ۴۱ھ سے ۱۳۲ھ تک۔ دار الخلافہ دمشق۔

۳) عہد خلافت بنی عباسؓ۔ ۱۳۲ھ سے ۶۵۶ھ تک دار الخلافہ بغداد۔

۴) عہد خلافت بنی عباسؓ۔ ۶۵۸ھ سے ۹۲۳ھ تک دار الخلافہ قاہرہ مصر۔

۵) عہد خلافت عثمانیہ۔ ۹۲۳ھ سے ۱۳۴۲ھ تک۔ دار الخلافہ استنبول (قسطنطنیہ)۔

اسی دوران خلفائے بنوامیہ نے اندلس میں اور خلفائے بنی فاطمہ نے مصر میں اپنا الگ مرکز قائم کیا۔ ان کے علاوہ جن چند حکمرانوں نے اپنا تعلق مرکز خلافت سے توڑا بھی۔ مگر پھر بھی انہوں نے خلیفہ وقت سے حکمرانی کی سند اور خلعت ضرور حاصل کی۔ اور اپنا روحانی رشتہ مضبوط یا برائے نام خلافت بنی عباس یا خلافت عثمانی سے بحال رکھتے ہوئے اسے ہمیشہ مسلمانوں کا مرکز خیال کیا۔

مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی لکھتے ہیں کہ: ''یہ اصطلاح کہ حضرت معاویہؓ سے لے کر مروان ثانی تک سب کو خلفائے بنی امیہ کہا جائے۔ عہد عباسی کے خوشامدیوں نے بنائی ہے۔ تاکہ عباسیوں کی خوشنودی حاصل کریں، ورنہ تاریخی اور عقلی دونوں بنیادوں پر یہ اصطلاح غلط ہے۔ اگر مقصود یہ ہے کہ یہ سب امیہ بن عبدشمس کی اولاد میں سے تھے، تو حضرت عثمانؓ بھی امیہ بن شمس کی اولاد میں سے تھے۔ خلافت بنی امیہ میں انہیں کیوں نہ شمار کیا گیا اور اگر مقصود یہ ہے کہ سارے بنوامیہ ان کے طرف دار تھے تو تاریخی طور پر یہ بھی غلط ہے۔ بہت سے بنوامیہ نے ان کے خلاف ہو کر جنگیں کی تھیں۔ اس لئے صحیح یہی ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ کو طالبین۔ حضرت معاویہؓ اور یزید اول کو سفیانین اور مروان اول سے مروان ثانی تک کے بارہ خلفاء کو مروانین کہا جائے۔'' (خلافت اسلامیہ ص ۲۷)

موصوف کے بارے میں پیر کرم شاہ الازہری (رحمہ اللہ) نے بھی یہ لکھا ہے کہ: ''مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی عالم دین ہونے کے علاوہ فن تقویم میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔'' (ضیاء النبی۔ جلد دوم ص ۳۸)

دارالعلوم دیوبند کے ایک فاضل استاذ جناب مولانا حامدالانصاری غازی (مرحوم) نے خلافت اسلامیہ کے پورے دورکواپنے ذوق سلیم کے مطابق اس طرح ترتیب دیا ہے۔

اسلامی دورحکومت: سرورِکائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عصرظہور۵۷۱ء سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے دورتک اسلامی حکومت کا حقیقی اور اصطلاحی دور ہے۔اس عرصہ میں اسلام کی حکم برداری کے قوانین حاکمیت کے اصول اور حکومت کے طرز سے دنیا کومکمل طور پر تعارف حاصل ہوا......ایک عالمگیرنظام حکومت، عالمگیرتحریری قانون، عالمگیرقوم، عالمگیر صلاح وفلاح کے لئے بروئے کارآیا۔جس کی قوت سے نپولین کےقول کے مطابق ’’نصف صدی میں نصف دنیا کوفتح کرلیا گیا‘‘اورایک ایسی حکومت قائم کی گئی جس کے اصول اورعمل میں مکمل مطابقت تھی......

اسلامی دوراور مسلمانوں کے دورکی حدودتاریخی اعتبار سے حسب ذیل ہیں:

اسلامی دور: خلافت الٰہی سید کونین پیغمبر اعظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نیابتی حکومت کا عہد باسعادت ۶۱۰ء سے ۶۳۲ء (۱۱ھ) تک۔

خلافت محمدی دوراول: سیدنا صدیق اکبرؓ کا عہدحکومت ۶۳۲ء)۱۱سے ۶۳۴ء(۱۳ھ) تک۔

خلافت محمدی دوردوم: سیدنا فاروق اعظمؓ کا زمانہ امارت۔۶۳۴ء(۱۳ھ) سے ۶۴۴ء(۲۴ھ) تک۔

خلافت محمدی دورسوم: سیدنا عثمان غنیؓ کا زمانہ امارت۔۶۴۴ء(۲۴) سے ۶۵۵ء(۳۵ھ) تک۔

خلافت محمدی دورچہارم: سیدنا علی مرتضیٰ کا زمانہ امارت ۶۵۵ء(۳۵ھ) سے ۶۶۱ء(۴۱ھ) تک۔

مسلمانوں کا دور: خلافت بنی امیہ: خلافت بنی امیہ کی حکومت دمشق میں ۶۶۱ء(۴۱ھ) سے ۷۵۰ء(۱۳۲ھ) تک

امارت بنی امیہ: اندلس میں ۷۵۶ء(۱۳۹ھ) سے ۱۰۳۱ء(۴۴۲ھ) تک۔

خلافت عباسیہ: عباسیوں کی حکومت ۷۵۰ء(۱۳۳ھ) سے ۱۲۰۸ء(۶۰۵ھ) تک

خلافت فاطمیہ: فاطمی شیعانِ علیؓ کی حکومت مصراورحکومت بربر ۲۹۷ھ سے ۵۶۷ھ تک

خلافت عثمانیہ: عثمانی ترکوں کی حکومت ۱۲۹۹ء(۶۹۹ھ) سے ۱۹۱۸ء(۱۳۳۹ھ) تک

مغلیہ سلطنت: ہندوستان میں مغلوں کی حکومت ۱۵۲۶ء سے ۱۸۵۷ء تک۔موجودہ دورکی مسلم حکومتیں بھی اس تاریخی سلسلہ میں داخل ہیں۔(اسلام کا نظام حکومت ص۱۳،۱۴۔ناشر مکتبۃ الحسن۔لاہور)

موصوف اپنی کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:’’اغلب یہ ہے کہ اس موضوع پر اس قسم کی کوئی کتاب آج تک اس طرز پر نہیں لکھی گئی......اس کتاب میں مستند معلومات کا جوذخیرہ فراہم کیا گیا ہےاوراس سے جونتائج پیدا کئے گئے ہیں وہ آنے والے دور کے مصنفین اورعلماء کے تصنیفی کام کے لئے ماٰخذ قرار پاسکیں گے۔‘‘(ایضاً ص ۱۶)

موصوف اسی کتاب میں آگے چل کر لکھتے (بلکہ تبرّا کرتے) ہیں کہ:

''حضرت معاویہؓ نے اثر قوت اور تدبیر سے یزید کی ولی عہدی کو منظور کرایا......اس انتخاب کے خون آشام نتائج خود یہ کہتے ہیں کہ یہ تقررامت کے لئے دلیل نہیں ہوسکتا۔اس کے علاوہ ہمیں یہ بات یادرکھنی چاہیے کہ حضرت معاویہؓ یورپین شہنشاہوں کے پڑوس میں مسلمانوں کے اقتدار قائم کررہے تھے ان کا یہ قول بھی دماغ میں رہنا چاہیے۔''ہم نے شہنشاہیت اور سلطنت''پر قناعت کرلی ہے۔اس قول کے بعد راہ صاف ہوجاتی ہے،ایک ایسی عالمگیر قوم جو انسانیت کو دعوت، قانون رحمت اور خلافت راشدہ کے طرز پر منظّم کرنا چاہتی ہے۔چہنشاہیت پر قناعت نہیں کرسکتی بعد کے زمانہ میں بنی امیہ اور بنی عباس کے اقتدار میں اسلام کیلئے جو پرجوش کارنامے انجام پائے اس سے انکار کئے بغیر ولی عہدی کے رواج کو جائز تسلیم نہیں کیا جاسکتا......''

آنحضرت ﷺ نے گیارہ سال تک ''امامت کبریٰ'' کی پیغمبرانہ ذمہ داریوں کو پوارا کیا۔آپ ﷺ کے بعد صدیق اکبرؓ نے دو برس، فاروقِ اعظمؓ نے دس برس، عثمان غنیؓ نے گیارہ برس، علی مرتضیٰؓ نے چھ برس امارتِ شوریٰ اور خلافتِ راشدہ کو زندہ رکھا تاریخ عالم کے یہ چاروں بڑے اصحاب صاحبِ اولاد تھے۔مگر انہوں نے خدا کی حکومت کی حکم برداری میں شاہی تاج وتخت کو نگاہِ غلط سے بھی نہ دیکھا۔آخر اسلامی تاریخ کا سب سے زیادہ مکروہ واقعہ رونما ہوا، یہ روشنی جلد تاریکی سے بدل گئی،اور فرمان ''لا نسرث ولا نورث'' کے خلاف امارت شوریٰ کی جگہ پھر مطلق العنان شاہی نے لے لی۔دن ڈوب گیا پھر رات آئی، وہی جوہر جو بادشاہوں کے تاج سے بھی زیادہ قیمتی تھا مٹی ہوگیا۔وہ لوگ جو خدا کے حکم پر تیر کی طرح گئے۔بجلی کی طرح گرے۔اور قیصر وکسریٰ کے تاج چھین کر ہوا کی طرح واپس آئے ان کے جانشین رومیوں کے ایک چھوٹے سے پایہ تخت (دمشق) میں پہنچ کر قیصر کی شہنشاہیت کا شکار ہوگئے۔تمام پرانے شاہی خاندان واشکانی، پیشدادی، ساسانی، یونانی، رومی، مٹ گئے۔اور ان کی جگہ اموی، عباسی، فاطمی، غزنوی، خلجی، تغلق، تیموری (مغل) تاتاری (ترکان عثمانی) تختِ شاہی پر آگئے۔اھ۶۲۲ء سے ۴۱ھ تک چالیس سال کا زمانہ منہاج نبوت اور سیاست شوریٰ کے مطابق گذرا۔اس کے بعد چودہ سو سال کے اس تاریخی جنگل میں کسی مرد خدا کو یہ خیال نہیں آیا کہ اسلام کا نظام حکومت اپنی اصل قانونی حکومت کے اعتبار سے خدا کے دستور، نبوت کے قائم کردہ معیار اور حکومتِ راشدہ کے اساسی اصول سے ہٹ چکا ہے۔ (اسلام کا نظام حکومت ص ۲۵۳۔۴۵۶)

جناب غازی صاحب کے اس مرثیے اور بدترین تبرے پر کیا تبصرہ جاسکتا ہے۔اس کی زد سے تو اصحاب پیغمبرؐ اور شاگردان نبی آخرالزمان بھی نہ بچ سکے بلکہ سوائے ملت سبائیہ کے ملت اسلامیہ کا کوئی فرد محفوظ نہ رہا۔دراصل یہودیت و سبائیت کے دودھ سے پلے ہوئے یہ وہی زہرناک، دہشت ناک اور خونی ناگ ہیں، جو ہمیشہ سے اور ہر روپ میں اہلسنت

کو ڈستے چلے آرہے ہیں۔

خلافت راشدہ

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں کہ:'' خلافتِ راشدہ اس حکومت اور ریاست کو کہتے ہیں کہ جس کا تمام ملکی اور ملی نظام منہاجِ نبوت پر ہو اور جس میں آنحضرت ﷺ کی نیابت کے طور پر وہ امور انجام دیئے جائیں جنہیں آنحضرت ﷺ بحیثیتِ پیغمبری انجام دیتے رہے مثلاً اقامتِ دین، اقامتِ جہاد، بدشمنانِ دین، اقامت حدود شرعیہ، اقامت ارکان اسلام، احیائے علوم دینیہ مثلاً قضاء وافتاء وغیرہ۔ غرض یہ کہ اس حکومت کا نظام ایسا ہو کہ وہ بادشاہت اور سلطنت معصیت نہ ہو۔ یعنی حکومت احکام شریعت کے اجراء میں اپنی ذمہ داری کو پورا کردے۔ اور عنداللہ عاصی نہ ٹھہرے اور راشدہ کے معنی یہ ہیں کہ توفیق ربانی اور تائید آسمانی اس کو اس کو کشاں کشاں رشد اور ہدایت اور حق اور صواب ہی کی طرف لے جائے۔ اور باطل اور جور کی طرف لے جانے سے اسکو روک دے۔ یہ خلافت راشدہ ہے۔'' (خلافت راشدہ ص ۷)

(جاری ہے)